خطبہ نمبر

قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

سوموار 09 نومبر 2020ء | 23 ربیع الاول 1441 ہجری قمری | جلد: 2 | شمارہ: 265

ارشاد باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا تَنَاجَیۡتُمۡ فَلَا تَتَنَاجَوۡا بِالۡاِثۡمِ وَ الۡعُدۡوَانِ وَ مَعۡصِیَتِ الرَّسُوۡلِ وَ تَنَاجَوۡا بِالۡبِرِّ وَ التَّقۡوٰی ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیۡۤ اِلَیۡہِ تُحۡشَرُوۡنَ

(سورۃ المجادلہ: 10)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم باہم خفیہ مشورے کرو تو گناہ، سرکشی اور رسول کی نافرمانی پر مبنی مشورے نہ کیا کرو ہاں نیکی اور تقوی کے بارہ میں مشورے کیا کرو اور اللہ سے ڈرو جس کے حضور تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔

فرمان خلیفہ وقت

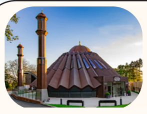

مجالس امانت ہوتی ہیں

مجالس کے بارے میں یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ مجالس امانت ہوتی ہیں۔ یعنی جس مجلس میں بیٹھے ہیں اگر وہ پرائیویٹ ہے یا کسی خاص قسم کی مجلس ہے تو اس میں ہونے والی باتوں کو باہر نکالنے کا کسی کو حق نہیں پہنچتا۔ وسیع مجلس یا جلسہ وغیرہ کی اور بات ہے۔ جو پرائیویٹ مجالس ہیں اگر کوئی خاص باتیں ہو رہی ہیں تو سننے والوں کو انہیں باہر نہیں نکالنا چاہئے۔ اسی طرح دفتری عہدیداران کو بھی یا کارکنوں کو بھی دفتر میں ہونے والی باتوں کو کبھی باہر نہیں نکالنا چاہئے۔ پھر مختلف ذیلی تنظیمیں ہیں، جماعتی کارکنان ہیں ان کو بھی اپنے رازوں کو راز رکھنا چاہئے۔ یہ بھی مجلس کا حق ہے اور ایک امانت ہے۔ اس کو کسی طرح بھی باہر نہیں نکلنا چاہئے۔

(خطبہ جمعہ 16 جولائی 2004ء بحوالہ الاسلام ویب سائیٹ)

فرمانِ رسول ﷺ

حضرت ضرغامہؓ بیان کرتے ہیں کہ: ’’میرے والد صاحب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپؐ مجھے کوئی نصیحت کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور جب تم کسی قوم کی مجلس میں جاؤ اور انہیں اپنے مزاج کی باتیں کرتے پاؤ تو وہاں ٹھہرو۔ اور اگر وہ ایسی باتوں میں مشغول ہوں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو تو اس مجلس کو چھوڑ دیا کرو‘‘۔

(مسند احمد اوّل مسند الکوفیین حدیث حرملۃ العنبری)

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ تم مومن کے سوا کسی اور کے ساتھ نہ بیٹھو۔ اور متقی آدمی کے سوا اور کوئی تمہارا کھانا نہ کھائے۔

(ترغیب والترھیب بحوالہ صحیح ابن حبان)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

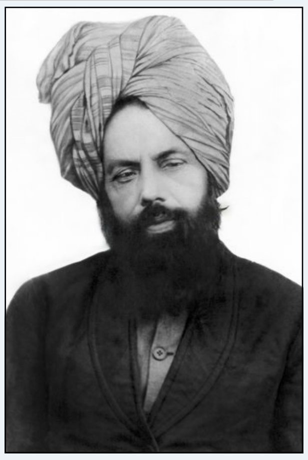

ہنسی ٹھٹھے کی مجلس سے اٹھ جاؤ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’ہمارا مذہب تو یہ ہے اور یہی مومن کا طریق ہونا چاہئے کہ بات کرے تو پوری کرے۔ ورنہ چپ رہے۔ جب دیکھو کہ کسی مجلس میں اللہ اور اس کے رسول پر ہنسی ٹھٹھا ہو رہا ہے تو یا تو وہاں سے چلے جاؤ تا کہ ان میں سے نہ گنے جاؤ اور یا پھر پورا پورا کھول کر جواب دو۔ دو باتیں ہیں یا جواب یا چپ رہنا۔ یہ تیسرا طریق نفاق ہے کہ مجلس میں بیٹھے رہنا اور ہاں میں ہاں ملائے جانا۔ دبی زبان سے اخفاء کے ساتھ اپنے عقیدہ کا اظہار کرنا۔‘‘

(ملفوظات جلد نمبر 10 صفحہ 130 ایڈیشن 1984ء)

’’یہ بات بہت ضروری ہے کہ تم لوگ دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے معرفت طلب کرو۔ بغیر اس کے یقین کامل ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا۔ وہ اس وقت حاصل ہوگا جبکہ یہ علم ہو کہ اللہ تعالیٰ سے قطع تعلق کرنے میں ایک موت ہے۔ گناہ سے بچنے کے لئے جہاں دعا کرو وہاں ساتھ ہی تدابیر کے سلسلہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑو اور تمام محفلیں اور مجلسیں جن میں شامل ہونے سے گناہ کی تحریک ہوتی ہے ان کو ترک کرو اور ساتھ ہی ساتھ دعا بھی کرتے رہو۔ اور خوب جان لو کہ ان آفات سے جو قضاء و قدر کی طرف سے انسان کے ساتھ پیدا ہوتی ہیں جب تک خدا تعالیٰ کی مدد ساتھ نہ ہو۔ ہرگز رہائی نہیں ہوتی‘‘۔

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 123 ایڈیشن 1984ء)

اس شمارہ میں

- دربار خلافت
- وفات مسیح ناصری علیہ السلام
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

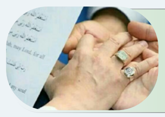

دربارِ خلافت

ہر سطح پر اسلام کی تعلیم امن اور سلامتی کو قائم رکھنے کی تعلیم ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

جب دنیا میں ہر جگہ فساد پھیلتا ہے اور سلامتی ہر جگہ سے اٹھتی نظر آتی ہے تو جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی اصلاح کے لئے، اپنے بندوں کو اس فساد سے بچانے کے لئے انبیاء بھیجتا ہے اور جب دنیا سے تقویٰ بالکل اٹھ جاتا ہے اس وقت بھی انبیاء بھیجے جاتے ہیں اور آج سے چودہ سو سال قبل ہم نے دیکھا کہ جب اس زمین پر سے تقویٰ بالکل اٹھ گیا، خشکی اور تری، ہر جگہ پر فساد اپنے عروج پر تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری شریعت آنحضرت ﷺ پر اتار کر دنیا کو اس فساد سے بچانے کے سامان پیدا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر قرآن کریم نازل فرما کر حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے اسلوب ہمیں سکھائے۔ جن کو پہلے انبیاء کے ماننے والے یا تو بھول چکے تھے یا ان پہلے انبیاء کو اُن اعلیٰ معیاروں کے احکامات دیئے ہی نہیں گئے تھے۔ اور مشرکین کا جہاں تک سوال ہے وہ تو اپنی جہالت میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ تو قرآن کریم نے ہر قسم کے احکامات کے ادا کرنے کے لئے جس اہم ترین نکتہ کی طرف قرآن کریم کے ذریعہ ہمیں توجہ دلائی وہ ہے تقویٰ۔ پس تقویٰ ایک انتہائی اہم چیز ہے جس کا ایک انسان کو اگر فہم و ادراک حاصل ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی صفات پر کاربند ہوسکتا ہے، اس کا پَرتو بن سکتا ہے اور ان کو پھیلانے والا بن سکتا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس اہم نکتہ پر توجہ دلاتے ہوئے ایک جگہ بیان فرماتے ہیں کہ:

’’قرآن شریف میں تمام احکام کی نسبت تقویٰ اور پرہیز گاری کے لئے بڑی تاکید ہے۔ وجہ یہ کہ تقویٰ ہر ایک بدی سے بچنے کے لئے قوت بخشتی ہے۔ اور ہر ایک نیکی کی طرف دوڑنے کے لئے حرکت دیتی ہے۔ اور اس قدر تاکید فرمانے میں بھید یہ ہے کہ تقویٰ ہر ایک باب میں انسان کے لئے سلامتی کا تعویذ ہے اور ہر ایک قسم کے فتنہ سے محفوظ رہنے کے لئے حِصن حصین ہے۔ ایک متقی انسان بہت سے ایسے فضول اور خطرناک جھگڑوں سے بچ سکتا ہے جن میں دوسرے لوگ گرفتار ہو کر بسا اوقات ہلاکت تک پہنچ جاتے ہیں اور اپنی جلد بازیوں اور بدگمانیوں سے قوم میں تفرقہ ڈالتے اور مخالفین کو اعتراض کا موقع دیتے ہیں‘‘۔ (ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 342)

پس یہ تقویٰ ہی ہے جو دین کی بنیاد ہے اور جب تک مسلمانوں میں یہ قائم رہا وہ اللہ تعالیٰ کے سلامتی کے پیغام کو دنیا میں پھیلاتے چلے گئے اور سعید روحیں ان میں شامل ہوتی چلی گئیں اور اسلام عرب سے نکل کر ایشیا کے دوسرے ممالک میں بھی پھیل گیا، مشرق بعید میں بھی پھیل گیا، افریقہ نے بھی اس کی برکتوں سے فیض پایا اور یورپ میں بھی اسلام کا جھنڈا لہرایا۔ لیکن جب تقویٰ کی کمی ہوتی گئی، جب سلامتی کی جگہ خود غرضیوں نے لے لی، جب محبت پیار کی جگہ حسد، بغض اور کینہ نے لے لی تو ان انعامات اور برکات سے بھی مسلمان محروم ہوتے چلے گئے جو اللہ تعالیٰ نے اپنا تقویٰ دلوں میں رکھنے والوں کے لئے مقدر کی ہوئی تھیں۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا اللہ تعالیٰ نے بحر و بر کے فسادوں کو دور کرنے کے لئے آخری تعلیم آنحضرت ﷺ پر اتاری۔ آج بھی یہی تعلیم ہے جس نے اندھیروں کو روشنیوں میں بدلنا ہے۔ آج بھی یہی تعلیم ہے جس نے دنیا کے فسادوں کو اپنی سلامتی کے پیغام سے دور کرنا ہے۔ گو کہ وہ لوگ محروم ہو گئے جن کے دلوں سے تقویٰ نکل گیا اور خود غرضیوں اور حسد اور بغض میں بڑھ گئے لیکن خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ جو اللہ تعالیٰ کے آخری شرعی نبی تھے سے کئے گئے اس وعدے کو کہ اسلام نے ہی تمام ادیان پر غالب آنا ہے واپس نہیں لے لیا۔ محروم اگر ہوئے تو تقویٰ سے عاری لوگ ہوئے نہ کہ دین اسلام میں کسی قسم کی کمی ہوئی۔ آج اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے اور اس کی ترقی کے لئے آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق کو کھڑا کیا ہے۔ آج مسلمانوں کی اس کھوئی ہوئی میراث کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں نے اسلام کی صحیح تعلیم پر عمل کرتے ہوئے اور اپنے دلوں کو تقویٰ سے پُر کرتے ہوئے واپس لانا ہے۔

پس یہ احمدی کی ذمہ داری ہے کہ اس سلامتی کے پیغام کو ہر طرف پھیلاتا چلا جائے۔ ہر دل میں یہ بات راسخ کر دے کہ اسلام تشدد کا نہیں بلکہ پیار اور محبت کا علمبردار ہے۔ ہر سطح پر اسلام کی تعلیم امن اور سلامتی کو قائم رکھنے کی تعلیم ہے۔ اسلام نے قوموں اور ملکوں کی سطح پر بھی امن اور سلامتی قائم کرنے کے لئے جو خوبصورت تعلیم دی ہے اس کا مقابلہ نہ کوئی انسانی سوچ کرسکتی ہے اور نہ کوئی مذہب کرسکتا ہے۔ اس خوبصورت تعلیم پر عمل سے ہی دنیا کا امن اور سلامتی قائم ہو سکتے ہیں۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد بھی دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے قوموں کی ایک تنظیم اقوام متحدہ کے نام سے ابھری لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس کا بھی حشر وہی ہوا اور ہو رہا ہے جو اس سے پہلے قائم کردہ تنظیم کا تھا۔ اس میں بڑے دماغوں نے مل کر بڑی منصوبہ بندی کی اور بڑی منصوبہ بندی سے یہ تنظیم بنائی۔ اس میں کئی کمیٹیاں قائم کی گئیں۔ سلامتی کونسل بنائی گئی تا کہ دنیا کا امن اور سکون قائم رکھا جائے، جھگڑوں کو نپٹایا جائے۔ معاشی حالات کے جائزے کے لئے کہ یہ بھی فسادوں کی ایک وجہ بنتی ہے، اس میں ایک کونسل بنائی گئی۔ عدالت انصاف قائم کی گئی۔ لیکن اس کے باوجود آج جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ اس سب ناکامی کی وجہ تقویٰ کی کمی ہے۔ اس میں بعض قوموں نے اپنے آپ کو دولت کا معیار رکھتے ہوئے، یا عقل کا معیار رکھتے ہوئے، یا طاقت کا معیار رکھتے ہوئے، یا علم کا معیار رکھتے ہوئے، تکبر کی وجہ سے یا اپنے آپ کو سب سے زیادہ امن و سلامتی کا علمبردار سمجھتے ہوئے باقی قوموں سے بالا رکھا ہوا ہے۔ مستقل نمائندگی اور غیر مستقل نمائندگی کے معیار قائم کئے ہوئے ہیں جو کبھی انصاف قائم نہیں کر سکتے۔ بغیر روحانی آنکھ کے، اللہ تعالیٰ کی مدد اور تقویٰ کے نہ ہونے کی وجہ سے جب کسی ایک طاقت کو اکثریتی فیصلہ پر قلم پھیرنے کا اختیار ہو گا تو یہ اختیار سلامتی پھیلانے والا نہیں ہوسکتا۔ پس دنیا میں سلامتی اگر پھیلے گی تو اس تعلیم سے جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو دی ہے جس میں تقویٰ شرط ہے۔

(خطبہ جمعہ 22/ جون 2007ء بحوالہ الاسلام ویب سائیٹ)

وفات مسیح ناصری علیہ السلام

کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال؟
دل میں اُٹھتا ہے مرے سَو سَو اُبال
ابن مریم مر گیا حق کی قسم
داخلِ جنت ہوا وہ محترم
مارتا ہے اُس کو فرقاں سر بسر
اس کے مر جانے کی دیتا ہے خبر
وہ نہیں باہر رہا اموات سے
ہوگیا ثابت یہ تیس آیات سے
کوئی مُردوں سے کبھی آیا نہیں
یہ تو فرقاں نے بھی بتلایا نہیں
عہد شد از کردگار بے چگوں
غور کن در أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ
اے عزیزو! سوچ کر دیکھو ذرا
موت سے بچتا کوئی دیکھا بھلا
یہ تو رہنے کا نہیں پیارو مکاں
چل بسے سب انبیاء و راستاں
ہاں نہیں پاتا کوئی اس سے نجات
یونہی باتیں ہیں بنائیں واہیات
کیوں تمہیں انکار پر اصرار ہے
ہے یہ دین یا سیرت کفّار ہے
برخلاف نصّ یہ کیا جوش ہے
سوچ کر دیکھو اگر کچھ ہوش ہے
کیوں بنایا ابن مریم کو خدا
سنت اللہ سے وہ کیوں باہر رہا
کیوں بنایا اس کو باشانِ کبیر
غیب دان و خالق حیّ و قدیر
مرگئے سب پر وہ مرنے سے بچا
اب تلک آئی نہیں اس پر فنا
ہے وہی اکثر پرندوں کا خدا
اس خدادانی پہ تیرے مرحبا
مولوی صاحب یہی توحید ہے؟
سچ کہو کس دیو کی تقلید ہے؟
کیا یہی توحیدِ حق کا راز تھا
جس پہ برسوں سے تمہیں اک ناز تھا
کیا بشر میں ہے خدائی کا نشان؟
الاماں ایسے گماں سے الاماں!

(ازالۂ اوہام حصہ دوم صفحہ 764 مطبوعہ 1891ء)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 06/ نومبر 2020ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

ہم نے یہی کوشش کرنی ہے کہ دنیا کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور آنحضرت ﷺ کے جھنڈے تلے لائیں یہی تحریکِ جدید کا بھی مقصد ہے

اس سال مالی قربانی کرنے میں جرمنی سرفہرست رہا۔ پھر برطانیہ، امریکہ، کینیڈا، پھر مشرقِ وسطیٰ کی ایک ریاست، بھارت، آسٹریلیا، انڈونیشیا، گھانا اور پھر مشرقِ وسطیٰ کی ایک اَور ریاست شامل ہیں

موجودہ حالات میں عالمِ اسلام اور مسلمانوں کے لیے دعا کی تحریک

تحریکِ جدید کے چھیاسیویں سال کے دوران افرادِ جماعت کی طرف سے پیش کی جانے والی مالی قربانیوں کا تذکرہ اور ستّاسیویں سال کے آغاز کا اعلان

امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 06/ نومبر 2020ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت مکرم رانا عطاء الرحیم صاحب کے حصے میں آئی۔

تشہد، تعوذ، سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ کی آیت 275 کی تلاوت و ترجمہ پیش کرنے کے بعد حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ قرآنِ کریم میں خدا تعالیٰ نے مومنوں کو متعدد جگہ مالی قربانیوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس آیت میں مومنوں کی اس خصوصیت کا ذکر ہے کہ مومن رات اور دن کے اوقات میں مخفی اور ظاہر ہر دو طریق سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم میں دوسری جگہ آتا ہے کہ مومن اللہ کی رضا کے حصول کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ پس حقیقی مومن کی یہ نشانی ہے کہ وہ اپنے پاکیزہ مال میں سے خدا تعالیٰ کی راہ میں خالص طور پر اُس کی رضا کے لیے خرچ کرے۔ مسابقت کی روح اچھی چیز ہے لیکن اگر دکھاوے یا فخر یا جتلانے یا کسی قسم کی تعریف کی خاطر مالی قربانی کر رہے ہوں تو ایسی قربانیاں خدا تعالیٰ کے حضور قبولیت کا درجہ نہیں پاتیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی رضا حاصل کرنے والے کو عزت بھی عطا کرتا ہے لیکن یہ عزت اسے عاجزی و انکساری میں بڑھانے والی ہوتی ہے۔ ایسے مومنوں میں اگر خلیفۂ وقت کی نظر میں آنے کی خواہش ہوتی ہے تو صرف اس لیے کہ خلیفۂ وقت کی دعاؤں کے وارث بن سکیں۔ اگر خلافتِ حقّہ پر ایمان ہے تو ایسی خواہش میں کوئی حرج نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر خالص ہو کر میری رضا کی خاطر خرچ کرو گے تو مَیں تمہارے خوف اور غم دور کروں گا اور تمہارے لیے سکینتِ قلب کے سامان کروں گا۔ اس زمانے میں حضرت مسیح موعودؑ کو قبول کرنے والے گروہ کی یہ سوچ ہے۔ اسی سوچ کے تحت وہ مالی قربانی کرتے ہیں اور یقیناً خدا تعالیٰ ایسی قربانیوں کو بغیر پھل لگائے نہیں چھوڑتا۔ جماعتِ احمدیہ میں اس روح سے قربانی کرنے والوں کی بے شمار مثالیں ہیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ مالی قربانی کرنے والوں کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ان کے بیوی بچوں کے بھی ان پر حقوق ہیں۔ یہ حقوق ادا کرنا بھی ایک مومن کا فرض ہے۔ اپنے گھر والوں کو قناعت کی اہمیت بتاتے ہوئے مالی قربانی کی طرف متوجہ کرنا چاہیے۔ اس طریق سے قربانی کرنے والوں کی اولادیں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی ایسے ایسے ذریعے سے وارث بنتی ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ اس وقت مَیں ایسے ہی قربانیاں کرنے والوں میں سے بعض کے واقعات بیان کروں گا۔ ان واقعات کے سننے سے دوسروں کو بھی تحریک ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں قرآن کہتا ہے کہ تم ایسا مت کرو کہ اپنے سارے کام لوگوں سے چھپاؤ بلکہ حسبِ مصلحت بعض نیک اعمال پوشیدہ طور پر بجالاؤ اور بعض اعمال دکھلا کر بھی کرو۔ ہر ایک جگہ قول اثر نہیں کرتا بلکہ اکثر جگہ نمونے کا بہت اثر ہوتا ہے۔

پس خدا کرے کہ یہ واقعات قربانی کرنے والوں کے لیے دہرے ثواب کا باعث بنیں ایک ثواب تو یہ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کی اور ایک یہ کہ ان کے نمونوں اور واقعات سے دوسروں کو بھی مالی قربانی کی تحریک پیدا ہوگی۔

اس کے بعد حضورِ انور نے البانیا، ارجنٹائن، انڈونیشیا، مالی، فرانس، کینیڈا، سیرالیون، مارشل آئی لینڈز، گیمبیا، فلپائن، کبابیر، جرمنی، قازقستان، تنزانیہ، بھارت اور گھانا وغیرہ ممالک سے مرد و خواتین، بوڑھوں، بچوں، امراء اور غرباء غرض مختلف طبقات، صنف اور قوم سے تعلق رکھنے والے مخلصین کی مالی قربانیوں کے ایمان افروز واقعات بیان فرمائے۔ کورونا وائرس کی حالیہ وبا کے سبب دنیا بھر میں جاری معاشی بحران کے باوجود احبابِ جماعت کی مالی قربانیوں کی پُراثر مثالیں بیان کرنے کے بعد حضورِ انور نے فرمایا کہ ایسے بے شمار واقعات میرے پاس تھے جن میں سے یہ چند مَیں نے بیان کیے ہیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ تحریکِ جدید کے چھیاسیویں سال کے اختتام پر جماعت ہائے احمدیہ عالَم گیر کو دورانِ سال اس تحریک میں ایک کروڑ چوّن لاکھ پاؤنڈ مالی قربانی پیش کرنے کی توفیق ملی۔ یہ وصولی گذشتہ سال کے مقابلے میں آٹھ لاکھ بیاسی ہزار پاؤنڈ زیادہ ہے۔ پاکستان نے اپنے مخدوش معاشی اور سیاسی حالات کے باوجود مالی قربانی میں، اپنی مقامی کرنسی کے حساب سے بہت زیادہ ترقی کی ہے۔

اس سال دنیا بھر کی جماعتوں میں جرمنی سرفہرست رہا۔ پھر برطانیہ، امریکہ، کینیڈا، پھر مشرقِ وسطیٰ کا ایک ملک، بھارت، آسٹریلیا، انڈونیشیا، گھانا اور پھر مشرقِ وسطیٰ کی ایک اَور ریاست شامل ہیں۔ گھانا کا خصوصی ذکر کرتے ہوئے حضورِ انور نے فرمایا کہ گھانا اب افریقی ممالک سے نکل کر امریکہ اور یورپ وغیرہ دنیا کے دیگر ممالک کے مقابلے پر مالی قربانی میں شامل ہوگیا ہے۔

فی کَس ادائیگی کے لحاظ سے سوئٹزرلینڈ پہلے نمبر پر پھر امریکہ اور سنگاپور ہیں۔ افریقی ممالک میں پہلے نمبر پر گھانا، پھر نائیجیریا، بورکینافاسو، تنزانیہ، گیمبیا، سیرالیون اور پھر بینن ہے۔ تحریکِ جدید میں کل شاملین کی تعداد سولہ لاکھ آٹھ سو ہے۔ شاملین میں اضافہ کرنے کے لحاظ سے افریقی ممالک میں گھانا اور پھر بورکینافاسو ہے۔ بنگلہ دیش، جرمنی، کینیڈا، بھارت، آسٹریلیا اور برطانیہ میں بھی شاملین کی تعداد میں کافی اضافہ ہوا ہے۔

دفتر اوّل کے کھاتے پانچ ہزار نَو سَو ستائیس افراد کے ہیں جن میں سے تینتیس حیات ہیں اور اپنا چندہ خود ادا کر رہے ہیں۔ حضورِ انور نے ازراہِ شفقت جرمنی، برطانیہ، پاکستان، امریکہ، کینیڈا، بھارت اور آسٹریلیا کی نمایاں قربانی پیش کرنے والی جماعتوں کا بھی ذکر فرمایا۔

حضورِ انور نے تمام قربانی پیش کرنے والوں کے لیے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ سب کے اموال و نفوس میں بے انتہا برکت عطا فرمائے اور قربانیوں کو قبول فرمائے۔ اس کے ساتھ ہی حضورِ انور نے تحریکِ جدید کے ستّاسیویں سال کے آغاز کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ یکم نومبر سے ستّاسیواں سال شروع ہوچکا ہے۔

خطبے کے دوسرے حصّے میں حضورِ انور نے عالَمِ اسلام اور مسلمانوں کے لیے دعا کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا کہ آج کل مسلمانوں کے خلاف غیر مسلم دنیا کے بعض لیڈر بڑے بغض اور کینہ کے جذبات رکھتے ہیں۔ اس جمہوری دَور میں دنیاوی لیڈر عوام کو خدا سمجھ کر ان کی خواہشات کے مطابق بیان دیتے ہیں اور ان ہی کے مطابق پالیسیاں بناتے ہیں۔ اکثر و بیشتر لپٹے لپٹائے اور گول مول الفاظ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عناد کا اظہار تو ہوتا ہی رہتا ہے تاہم گذشتہ دنوں فرانس کے صدر نے کھل کر اسلام کو بحران کا شکار مذہب قرار دیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بحران کا شکار ان کا اپنا مذہب ہے۔ اسلام تو زندہ اور پھلنے پھولنے والا مذہب ہے۔ اس زمانے میں حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعے اس کی تبلیغ دنیا میں چاروں طرف پھیل رہی ہے۔

حضورِ انور نے کینیڈا کے وزیرِ اعظم کے بیان کا تعریفی رنگ میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے فرانس کے صدر کے بیان پر بڑا اچھا بیان دیا ہے کہ یہ سب کچھ غلط ہے اور یہ نہیں ہونا چاہیے۔ تمام لوگوں کے مذہبی جذبات اور مذہبی لیڈروں کا خیال رکھنا چاہیے۔

فرمایا: یہ اسلام مخالف قوتیں اس قسم کی حرکتیں اس لیے کرتی ہیں کیونکہ انہیں پتہ ہے کہ مسلمانوں میں آپس میں ایکا نہیں ہے۔ ہر ایک ملک فرقہ واریت کا شکار بن کر ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار ہے۔ اگر دنیا کو پتہ ہو کہ مسلمان ایک ہیں اور ایک خدا اور ایک رسول کے ماننے والے، اسلام کی خاطر قربانیاں دینے والے ہیں تو غیر مسلم دنیا کی طرف سے کبھی ایسی حرکتیں نہ ہوں۔ کبھی کسی اخبار کو آنحضرت ﷺ کے خاکے چھاپنے کی جرأت نہ ہو۔ چند سال پہلے بھی جب ڈنمارک اور فرانس میں اس قسم کی مذموم حرکتیں ہوئی تھیں تو مسلمان وقتی شور کر کے، ان ممالک کی اشیاء کے بائیکاٹ کے اعلان کر کے خاموش بیٹھ گئے تھے۔ اس کے برعکس جماعت احمدیہ نے بالکل درست ردِّ عمل دکھایا تھا کہ آنحضرت ﷺ کی دل کَش سیرت دنیا کے سامنے پیش کی تھی۔ جماعتِ احمدیہ کی اس کاوش کو پڑھے لکھے طبقے اور عوام الناس نے بھی پسند کیا تھا۔ یہی کام ہم آج بھی کر رہے ہیں۔ کسی ملک کے صدر کا یہ کام نہیں کہ کسی فرد کے غلط عمل کو اسلام کی تعلیم سے مدغم کر کے اپنے لوگوں کو مزید بھڑکائے اور انہیں مسلمانوں کے خلاف اُکسائے۔ اُس شخص کو بھڑکانے والے بھی یہ خود ہی تھے۔

حضورِ انور نے فرمایا: مَیں نے پہلے بھی بیان دیا تھا کہ آنحضرت ﷺ کی توہین کسی بھی غیرت مند مسلمان کو برداشت نہیں۔ اگر ایسی جذبات کو انگیخت کرنے والی حرکات ہوں اور اس وجہ سے کوئی شخص قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لے تو پھر اس کے ذمہ دار یہ غیر مسلم لوگ، حکومتیں اور نام نہاد آزادئ اظہارِ رائے ہے۔ جب پہلے بھی یہ مسئلہ اٹھا تھا تب بھی مَیں نے خطبات کے ایک سلسلے میں درست ردِّ عمل کی وضاحت کی تھی۔ اسی طرح جب ہالینڈ کے سیاست دان نے ایک بیان دیا تھا تب بھی مَیں نے ہالینڈ میں ہی ایک خطبہ دیا تھا۔ اس سیاست دان کو خدا کے عذاب سے ڈرایا تھا جس پر اُس نے ہالینڈ کی حکومت کو درخواست دے دی تھی کہ اس نے مجھے موت کی دھمکی دی ہے۔

ہم قانون کے دائرے میں رہ کر جہاں تک ہوسکتا ہے آنحضرت ﷺ کے مقام کے خلاف ہونے والی ہر حرکت کا جواب دیتے ہیں۔ ان حالات میں ہمیں پہلے سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنا چاہیے۔ ایک یا دو آدمیوں کا قتل وقتی جوش تو دبا سکتا ہے لیکن یہ مستقل حل نہیں۔ کورونا وائرس کے ایام میں چند ماہ پہلے مَیں نے فرانس کے صدر سمیت چند سربراہانِ حکومت کو خدا کے عذاب سے متنبہ کرتے ہوئے خطوط لکھے تھے۔ دنیا کو بھی سوچنا چاہیے کہ یہ باتیں خدا سے دُور کرتے ہوئے ان کی تباہی کا سبب بننے والی ہیں۔ پس دنیا کے عمومی حالات اور امتِ مسلمہ کے لیے بھی دعا کریں۔ ہم نے یہی کوشش کرنی ہے کہ دنیا کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور آنحضرت ﷺ کے جھنڈے تلے لائیں یہی تحریکِ جدید کا بھی مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین

☆…☆…☆

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 16؍اکتوبر 2020ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

آج قرآن مجید کے جس قدر نسخے موجود ہیں وہ حضرت ابی بن کعبؓ کی قراءت کے مطابق ہیں

آنحضرت ﷺ کے بدری صحابہ، جنگِ بدر میں شہادت کا رتبہ پانے والے حضرت معوّذ بن حارث اور کاتبِ وحی، مسلمانوں کے سردار اور اُمّت کے سب سے بڑے قاری حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہما کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

آج جن صحابی کا مَیں پہلے ذکر کروں گا ان کا نام ہے حضرت مُعَوِّذ بن حارثؓ۔ حضرت معوذؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا۔ حضرت معوذؓ کے والد کا نام حارث بن رِفاعہ تھا۔ ان کی والدہ کا نام عَفْراء بنت عبید تھا۔ حضرت معاذؓ اور حضرت عوفؓ ان کے بھائی تھے۔ یہ تینوں اپنے والد کے ساتھ ساتھ اپنی والدہ کی طرف بھی منسوب تھے اور ان تینوں کو بنوعفراء بھی کہا جاتا تھا۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جزء ۵ صفحہ ۲۳۱ ’’مُعَوِّذُ بِنْ عَفْرَاء‘‘ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۲۰۰۳ء)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء ۳ صفحہ ۳۷۴ ’’مُعَوِّذُ بِنْ عَفْرَاء‘‘ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۱۹۹۰ء)

صرف ابنِ اسحاق نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت معوذؓ ستر انصار کے ساتھ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شامل تھے۔ حضرت معوذؓ نے اُمِّ یزید بنتِ قَیس سے شادی کی۔ اس شادی سے ان کے ہاں دو بیٹیاں پیدا ہوئیں جن کے نام حضرت رُبَیِّعْ بنتِ مُعَوِّذؓ اور حضرت عُمَیرہ بنتِ مُعَوِّذؓ تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء ۳ صفحہ ۳۷۴ ’’مُعَوِّذُ بِنْ عَفْرَاء‘‘ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۱۹۹۰ء)

حضرت معوذؓ کو اپنے دونوں بھائیوں حضرت معاذؓ اور حضرت عوفؓ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جزء ۵ صفحہ ۲۳۱ ’’مُعَوِّذُ بِنْ عَفْرَاء‘‘ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۲۰۰۳ء)

غزوۂ بدر میں حضرت معاذؓ، حضرت عوفؓ اور حضرت معوذؓ جو بنوعفراء کہلاتے تھے وہ اور ان کے آزاد کردہ غلام ابو حَمْرَاء کے پاس ایک ہی اونٹ تھا جس پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے۔

(کتاب المغازی للواقدی جزء ۱ صفحہ ۳۸ بدر القتال، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ ۲۰۱۳ء)

یہ روایت حضرت معاذؓ کے ضمن میں پہلے بیان کر چکا ہوں لیکن یہاں حضرت معوذؓ کے ضمن میں بھی اس کا آنا ضروری ہے اس لیے بیان کرتا ہوں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر کے دن فرمایا کہ کون دیکھے گا کہ ابوجہل کا کیا حال ہوا ہے؟ حضرت ابنِ مسعودؓ گئے اور جا کر دیکھا کہ اس کو عفراء کے دو بیٹوں نے تلواروں سے اتنا مارا ہے کہ وہ مرنے کے قریب ہو گیا ہے۔ حضرت ابنِ مسعودؓ نے پوچھا کیا تم ابوجہل ہو؟ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ابوجہل کی داڑھی پکڑی۔ ابوجہل کہنے لگا کیا تم نے اس سے بڑے کسی آدمی کو قتل کیا ہے یا یہ کہا کہ اس کو اس کی قوم نے قتل کیا ہو؟ اس جیسے بڑے آدمی کو کبھی ان کی قوم نے قتل کیا ہو؟

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جھل حدیث نمبر ۳۹۶۲)

یہ بخاری کی روایت ہے۔ اس کی شرح میں حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ عفراء کے دو بیٹوں مُعوِذؓ اور معاذؓ نے ابوجہل کو موت کے قریب پہنچا دیا تھا۔ بعد میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کا سر تن سے جدا کیا تھا۔ امام ابنِ حجر نے اس احتمال کا اظہار کیا ہے کہ حضرت معاذ بن عمروؓ اور حضرت معاذ بن عفراءؓ کے بعد حضرت معوذ بن عفراءؓ نے بھی اس پر وار کیا ہو گا۔

(ماخوذ از صحیح بخاری کتاب فرض الخمس باب من لم یخمس الاسلاب...... حدیث 3141 جلد 5 صفحہ 491 حاشیہ، اردو ترجمہ شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوجہل کے قتل کے واقعے کو بیان کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ انسان بڑی خوشیاں کرتا ہے اور اپنے لیے ایک چیز کو مفید خیال کرتا ہے لیکن وہی اس کے لیے تباہی اور بربادی کا باعث ہو جاتی ہے۔ بدر کے موقعے پر کفارِ مکہ جب آئے تو انہوں نے سمجھا کہ بس ہم نے مسلمانوں کو مار لیا اور ابوجہل نے کہا ہم عید منائیں گے اور خوب شرابیں اڑائیں گے اور سمجھا کہ بس اب مسلمانوں کو مار کر ہی پیچھے ہٹیں گے لیکن اسی ابوجہل کو مدینے کے دو لڑکوں نے قتل کر دیا۔ کفارِ مکہ مدینہ والوں کو بڑا ذلیل خیال کرتے تھے اور اسے یعنی ابوجہل کو ایسی حسرت دیکھنی نصیب ہوئی کہ اس کی آخری خواہش بھی پوری نہ ہو سکی۔ عرب میں رواج تھا کہ جو سردار ہوتا وہ اگر لڑائی میں مارا جاتا تو اس کی گردن لمبی کر کے کاٹتے تا کہ پہچانا جاوے کہ یہ کوئی سردار تھا۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے اسے دیکھا جب یہ بے حس و حرکت اور زخمی پڑا ہوا تھا اور پوچھا کہ تمہاری کیا حالت ہے؟ اس نے کہا مجھے اَور تو کوئی افسوس نہیں، صرف یہ ہے کہ مجھے مدینہ کے دو اَرائیں بچوں نے مار دیا یعنی ایسے بچوں نے جو سبزیاں اگانے والوں کی، کھیتی باڑی کرنے والوں کی اولاد ہیں اور مکہ والوں کی نظر میں یہ کام کم درجے کا سمجھا جاتا تھا اور خیال کیا جاتا تھا کہ مدینہ کے لوگوں کو جنگ و جدل اور جنگ و قتال کا کیا پتہ؟ لیکن مارا بھی اور اس کے اس تکبر کو توڑا بھی تو کس نے؟ انہی لوگوں نے۔ نہ صرف ان لوگوں نے بلکہ ان کے بچوں نے یا لڑکوں نے جو اتنے تجربہ کار نہیں تھے۔ عبداللہ نے دریافت کیا کہ تمہاری کوئی خواہش ہے؟ اس نے کہا میری یہ خواہش ہے کہ میری گردن ذرا لمبی کر کے کاٹ دو۔ انہوں نے کہا میں تیری یہ خواہش بھی پوری نہیں ہونے دوں گا اور اس کی گردن کو ٹھوڑی کے پاس سے سختی سے کاٹ دیا اور وہ جو عید منانی چاہتا تھا وہی اس کے لیے ماتم ہو گیا اور وہ شراب جو اس نے پی تھی اسے ہضم ہونی بھی نصیب نہ ہوئی۔

(ماخوذ از خطبات محمود (خطبات عید الفطر) جلد 1 صفحہ 11)

غزوۂ بدر کے موقعے پر حضرت معوذؓ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ آپؓ کو ابو مُسَافِع نے شہید کیا تھا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جزء ۴ صفحہ ۱۴۴۲ ’’مُعَوِّذُ بِنْ عَفْرَاء‘‘ دار الجیل بیروت ۱۹۹۲ء)

اگلا ذکر جن صحابی کا ہے ان کا نام ہے حضرت اُبی بن کعبؓ۔ حضرت اُبیؓ انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو معاویہ سے تھے۔ حضرت اُبیؓ کے والد کا نام کَعب بن قیس اور والدہ کا نام صُہَیْلَہ بنتِ اَسْوَد تھا۔ حضرت ابی بن کعبؓ کی دو کنیتیں تھیں ایک ابو مُنذِر جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی اور دوسری ابو طُفیل جو حضرت عمرؓ نے ان کے بیٹے طفیل کی وجہ سے رکھی تھی۔

(اسد الغابہ، جلد ۱ صفحہ ۱۶۸، ۱۶۹ مکتبہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۶)

حضرت اُبیؓ متوسط قامت تھے یعنی درمیانے قد کے تھے۔ حضرت اُبیؓ کے سر اور داڑھی کا رنگ سفید تھا۔ خضاب کے ذریعے سے اپنا بڑھاپا تبدیل نہیں کرتے تھے۔ (طبقات الکبری لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۳۷۸ مکتبہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۷) یعنی بالوں کو یا داڑھی کو رنگ نہیں لگاتے تھے۔ حضرت اُبَی بن کعبؓ ستر افراد کے ہمراہ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شامل تھے۔ حضرت اُبیؓ اسلام سے پہلے بھی لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور اسلام کے بعد حضرت اُبیؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبیؓ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی جبکہ دوسری روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبیؓ اور حضرت سعید بن زیدؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔

(طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۳۷۸ مکتبہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۷)

حضرت ابی بن کعبؓ کے متعلق آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ اُبیؓ کو

قرآن پڑھ کر سنائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امّت کے سب سے بڑے قاری اُبیؓ ہیں۔

(طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۳۷۸ مکتبہ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۷)

اور اسی وجہ سے ان کے بارے میں یہی آتا ہے کہ ان کو قرآن کا بہت علم تھا اور آگے اَور بھی اس بارے میں روایتیں آئیں گی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان چار آدمیوں میں سے تھے جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ قُرَّائے امّت ہیں یعنی اگر کسی نے قرآن سیکھنا ہو تو ان سے سیکھے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 84)

پھر حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ ’’رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کاتبوں کو قرآن کریم لکھواتے تھے ان میں سے مندرجہ ذیل پندرہ نام تاریخ سے ثابت ہیں۔ زید بن ثابتؓ، اُبَی بن کعبؓ، عبداللہ بن سعد بن ابی سَرحؓ، زبیر بن العوامؓ، خالد بن سعید بن العاصؓ، ابان بن سعید العاصؓ، حنظلہ بن الرَّبِیْعَ الْاَسَدِیؓ، مُعَیْقِیب بن اَبِی فاطمہؓ، عبداللہ بن اَرْقَم الزُّہریؓ، شُرَحْبِیل بن حَسَنَہؓ، عبداللہ بن رَوَاحہؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن شریف نازل ہوتا تو آپؐ ان لوگوں میں سے کسی کو بلا کر وحی لکھوا دیتے تھے۔‘‘

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 425-426)

حضرت مصلح موعودؓ نے ایک جگہ فرمایا کہ ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھانے والے استادوں کی ایک جماعت مقرر فرمائی تھی جو سارا قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حفظ کر کے آگے لوگوں کو پڑھاتے تھے۔ یہ چار چوٹی کے استاد تھے جن کا کام یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن شریف پڑھیں اور لوگوں کو قرآن پڑھائیں۔ پھر ان کے ماتحت اَور بہت سے صحابہؓ ایسے تھے جو لوگوں کو قرآن شریف پڑھاتے تھے۔ ان چار بڑے استادوں کے نام یہ ہیں۔ 1۔عبداللہ بن مسعودؓ، 2۔سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ، 3۔معاذ بن جبلؓ، 4۔ابی بن کعبؓ۔ ان میں سے پہلے دو مہاجر ہیں اور دوسرے دو انصاری۔ کاموں کے لحاظ سے عبداللہ بن مسعودؓ ایک مزدور تھے، سالمؓ ایک آزاد شدہ غلام تھے، معاذ بن جبلؓ اور ابی بن کعبؓ مدینہ کے رؤسا میں سے تھے۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام گروہوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے ہر گروہ میں سے قاری مقرر کر دیے تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے خُذُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ (مِنْ) عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّسَالِمٍ وَّمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَّاُبَیِّ بِنْ کَعْبٍ۔ جن لوگوں نے قرآن پڑھنا ہو وہ ان چار سے قرآن پڑھیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ، سالمؓ، معاذ بن جبلؓ اور ابی بن کعبؓ۔ یہ چار تو وہ ہیں جنہوں نے سارا قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا یا آپؐ کو سنا کر اس کی تصحیح کرا لی لیکن ان کے علاوہ بھی بہت سے صحابہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست بھی کچھ نہ کچھ قرآن سیکھتے رہتے تھے۔‘‘

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 427-428)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبَیؓ کو فرمایا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ مَیں تمہیں سورة لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ۔ پڑھ کر سناؤں۔ حضرت اُبَیؓ نے پوچھا کیا میرا نام لیا تھا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ حضرت اُبَیؓ یہ سن کر رو پڑے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار باب مناقب ابی بن کعب حدیث نمبر ۳۸۰۹)

جبکہ ایک دوسری روایت میں ذکر ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعبؓ سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ مَیں تمہیں قرآن پڑھ کر سناؤں۔ حضرت اُبَیؓ نے پوچھا کیا اللہ نے آپؐ سے میرا نام لیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ حضرت اُبَیؓ نے عرض کیا: دونوں جہانوں کے پالنے والے کے ہاں میرا ذکر ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ اس پر حضرت اُبَیؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر باب سورة لم یکن، حدیث نمبر ۴۹۶۱)

اس واقعے کی تفصیل حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے الفاظ میں اس طرح بیان فرمائی ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ ’’اَبُوحَیَّہ بدری سے روایت ہے کہ جب سورة لَمْ یَکُنِ سب کی سب نازل ہوئی ہے (یعنی یہ اکٹھی نازل ہوئی ہے) تو جبریلؑ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ یہ سورة ابی بن کعبؓ کو یاد کرا دیں۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے حضرت ابی بن کعبؓ سے کہا کہ جبریلؑ نے مجھے حکم دیا ہے یعنی خدا تعالیٰ کا یہ حکم مجھے پہنچایا ہے کہ مَیں یہ سورة تم کو یاد کرا دوں۔ ابی بن کعبؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! میرا بھی خدا تعالیٰ کے حضور میں ذکر آیا تھا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ اس پر ابی بن کعبؓ خوشی کے مارے رو پڑے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 342)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے اس جملے کی یاد کو کئی مرتبہ تازہ کیا۔ ایک مرتبہ مسجد نبویؐ کے منبر پر کہا کہ سب سے بڑے قاری اُبَیؓ ہیں۔ شام کے مشہور سفر میں مقام جَابِیَہ، یہ جابیہ دمشق کے علاقے کی ایک بستی کا نام ہے، وہاں اس کے خطبہ میں فرمایا کہ مَنْ اَرَادَ الْقُرْآنَ فَلْیَاْتِ اُبَیًّا۔ یعنی جس کو قرآن کا ذوق ہو وہ اُبَیؓ کے پاس آئے۔

(سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 149 مکتبہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی) (معجم البلدان جلد 2 صفحہ 91)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ چار شخصوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن سارے کا سارا حفظ کیا تھا۔ یہ سب انصاری تھے۔ حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابوزیدؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ۔ یہ بخاری کی حدیث ہے۔

(صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار باب مناقب زید بن ثابت حدیث نمبر 3810 مترجم جلد 7 صفحہ 290 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ’’ انصار میں سے جو مشہور حفاظ تھے ان کے نام یہ ہیں۔ عبادہ بن صامتؓ، معاذؓ، مُجَمِّعُ بن حَارِثَہؓ، فَضَالَہ بن عُبَیدؓ، مَسلَمَہ بن مُخَلَّدؓ، ابو درداءؓ، ابوزیدؓ، زید بن ثابتؓ، اُبَی بن کعبؓ، سعد بن عُبادہؓ اور ام وَرَقہؓ۔‘‘

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 430)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امّت پر سب سے زیادہ مہربان حضرت ابوبکرؓ ہیں اور خدا کے دین کی بابت سب سے زیادہ سخت حضرت عمرؓ ہیں، یعنی ان میں اصولوں کی بڑی سختی ہے اور حیا میں سب سے زیادہ کامل حضرت عثمانؓ ہیں۔ حیا کے اعلیٰ معیار پر پہنچے ہوئے حضرت عثمانؓ ہیں اور حلال و حرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے حضرت معاذ بن جبلؓ ہیں اور فرائض کے سب سے زیادہ جاننے والے حضرت زید بن ثابتؓ ہیں اور قراءت کے سب سے زیادہ جاننے والے حضرت ابی بن کعبؓ ہیں اور ہر امّت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امّت کے امین حضرت ابوعبیدہ بن جَرَّاحؓ ہیں۔ (جامع ترمذی ابواب المناقب باب مناقب معاذ بن جبل..... حدیث ۳۷۹۰) جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے حضرت ابوعبیدہ کا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری پر سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی لکھنے والے حضرت ابی بن کعبؓ ہی تھے۔ اس زمانے میں کتاب یا قرآن کے اخیر میں کاتب کا نام لکھنے کا دستور نہیں تھا۔ سب سے پہلے حضرت اُبَیؓ نے اس کی ابتدا کی۔ بعد میں اَور بزرگوں نے بھی اس کی تقلید کی۔

(اسد الغابہ جلد ۱ صفحہ ۱۷۰ مکتبہ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۶)

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 158 مکتبہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

یعنی لکھنے والے کا نام نہیں لکھا جاتا تھا صرف کتابت کی جاتی تھی۔ حضرت اُبَیؓ نے اس کام کو شروع کیا کہ لکھنے کے بعد آخر میں اپنا نام لکھ دیا کہ یہ مَیں نے لکھا ہے اس کے بعد پھر یہ طریق باقاعدہ رائج ہو گیا۔

حضرت اُبَیؓ نے قرآن کا ایک ایک حرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہنِ مبارک سے سن کر یاد کر لیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے شوق کو دیکھ کر ان کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ نبوت کا رعب بڑے بڑے صحابہ کو سوال کرنے سے مانع ہوتا تھا، روکتا تھا لیکن حضرت اُبَیؓ بے جھجک جو چاہتے تھے سوال کرتے تھے۔ یعنی یہ نہیں کہ بے تکے سوال کرتے تھے۔ ایک جو نبوت کا رعب ہے اس کے اور مقام کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے جس طرح سوال کرنا چاہیے اس طرح سوال کرتے تھے لیکن جھجک نہیں تھی۔ ان کے شوق کو دیکھ کر بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ابتدا فرماتے تھے اور بغیر پوچھے بھی بتا دیتے تھے۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 148 مکتبہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر پڑھائی۔ اس میں ایک آیت پڑھنا بھول گئے۔ حضرت اُبَیؓ نماز میں شروع سے شریک نہیں ہوئے تھے بلکہ درمیان میں شریک ہوئے تھے۔ نماز ختم کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا کہ کسی نے میری قراءت پر خیال کیا تھا؟ تمام لوگ خاموش رہے۔ پھر پوچھا ابی بن کعب ہیں؟ حضرت اُبَیؓ اس وقت تک نماز ختم کر چکے تھے۔ غالباً دوسری رکعت پڑھی ہو گی جو یہ غلطی ہوئی ہو گی یا سہو ہوا ہو گا یا آیت کو بھولے ہوں گے جس کو حضرت ابی بن کعبؓ نے بعد میں شامل ہونے

کے بعد بہرحال سن لیا تھا۔ ابی نماز ختم کر چکے تھے مگر بولے کہ آپؐ نے فلاں آیت نہیں پڑھی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ٹھیک ہے آپؐ نے تلاوت میں فلاں آیت نہیں پڑھی۔ کیا یہ منسوخ ہوگئی ہے یا آپؐ پڑھنا بھول گئے تھے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، مَیں پڑھنا بھول گیا تھا۔ اس کے بعد فرمایا کہ مَیں جانتا تھا۔ حضرت اُبیؓ کو مخاطب کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں جانتا تھا کہ تمہارے سِوا اَور کسی کو ادھر خیال نہیں ہوا ہوگا۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد3 صفحہ148، مکتبہ دارالاشاعت، اردو بازار کراچی)

حضرت ابی بن کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں مسجد میں تھا۔ ایک آدمی اندر آیا اور نماز پڑھنے لگا۔ پھر اس نے ایسی قراءت کی جو مجھے اَوپری لگی۔ پھر ایک اَور آدمی اندر آیا اس نے اپنے ساتھی کی قراءت سے مختلف قراءت کی۔ پھر جب ہم نماز پڑھ چکے تو ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مَیں نے عرض کیا کہ اس شخص نے ایسی قراءت میں قرآن پڑھا ہے جو مجھے اَوپری لگی۔ پھر دوسرا شخص آیا اس نے اپنے ساتھی کی قراءت سے مختلف قراءت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو ارشاد فرمایا کہ اچھا۔ کہا اب مجھے پڑھ کے سناؤ۔ ان دونوں نے قراءت کی۔ قرآن کریم پڑھ کے سنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پڑھنے کو ٹھیک قرار دیا۔ دونوں کو کہا کہ تم دونوں ٹھیک ہو۔ اپنی رائے کی تردید پر حضرت اُبیؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے جو رائے قائم کی تھی کہ اس نے غلط پڑھا ہے اس کی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تردید کر دی اور دونوں کو صحیح قرار دے دیا تو مَیں انتہائی شرمندہ ہوا جو جاہلیت میں بھی نہ ہوا تھا جب مجھے کچھ بھی نہیں پتہ تھا۔ ایسی شرمندگی اس وقت مجھے ہوئی کہ کبھی زندگی میں نہیں ہوئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت کو دیکھا جو مجھ پر طاری ہوئی تھی، شرمندگی کی کیفیت چہرے سے ظاہر ہوگئی ہوگی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مارا۔ مَیں پسینے میں شرابور تھا گویا کہ مَیں ڈر کی حالت میں اللہ عزوجل کو دیکھ رہا تھا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے اُبیؓ! مجھے پیغام بھجوایا گیا کہ مَیں قرآن کو ایک قراءت میں پڑھوں۔ مَیں نے اس کا جواب دیا کہ میری امت کے لیے آسانی پیدا کر دے۔ چنانچہ اس نے مجھے دوسری مرتبہ یہ جواب دیا کہ مَیں اسے یعنی قرآن کو دو قراءتوں میں پڑھوں۔ پھر مَیں نے عرض کیا کہ میری امت کے لیے آسانی فرما دے۔ پھر اس نے تیسری مرتبہ مجھے جواب دیا کہ اسے سات قراءتوں پر پڑھ لو۔ پس ہر سوال کے بدلے جس کا مَیں نے تجھے جواب دیا ہے ایک دعا کا تجھے حق دیا گیا ہے یعنی اس فرشتے نے کہا۔ جبرئیل نے کہا اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام ہے کہ ہر قراءت کے بدلے دعا کا حق دیا گیا ہے۔ جو تُو مجھ سے مانگ سکتا ہے تب مَیں نے عرض کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ تب مَیں نے عرض کیا کہ اے اللہ! میری امت کو بخش دے۔ اے اللہ! میری امّت کو بخش دے۔ اور تیسری دعا مَیں نے اس دن کے لیے چھوڑ رکھی ہے جس دن ساری مخلوق میری طرف رغبت کرے گی یہاں تک کہ ابراہیمؑ بھی۔

(صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا باب بیان ان القرآن ....، مترجم نور فاؤنڈیشن جلد 3 صفحہ 308-309)

حضرت اُبَی بن کعبؓ کو فنِ قراءت میں جو کمال حاصل تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے قرآن کا دَور کرواتے تھے۔ چنانچہ جس سال آپؐ نے وفات پائی حضرت اُبیؓ کو قرآن سنایا اور فرمایا مجھ سے جبرئیل نے کہا تھا کہ اُبیؓ کو قرآن سنا دیجیے۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد3 صفحہ 149 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبَی کو قرآن سنایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں حضرت اُبیؓ ایک ایرانی کو قرآن پڑھاتے تھے۔ جب اس کو یہ آیت پڑھائی اِنَّ شَجَرَۃَ الزَّقُّوۡمِ طَعَامُ الۡاَثِیۡمِ تو اس سے 'اَثِیم' ادا نہ ہوتا تھا۔ ایرانی کا تلفظ تھا۔ وہ ث کے لفظ کو صحیح طرح ادا نہیں کر سکتا تھا۔ ہر دفعہ جب یہ اثیم کہتے تو وہ یتیم کہہ دیتا تھا۔ حضرت اُبیؓ نہایت پریشان تھے کہ کس طرح اس کو سکھاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا اور ان کی پریشانی دیکھ کر ٹھہر گئے اور جب یہ بات سنی تو ایرانی زبان میں فرمایا اسے یہ کہو کہ طَعَامُ الظَّاثِمِ یہ ظ سے۔ اس نے جب اس طرح اس کو کہا تو اس نے صاف طور پر ادا کر دیا اور اثیم کہہ دیا۔ انہوں نے ظَاثِمِ کہا تھا تو اس نے اثیم کہہ دیا اور صحیح تلفظ ادا کر دیا۔ اس پر آپؐ نے حضرت اُبیؓ سے فرمایا کہ اس کی زبان درست کرو۔ جس طرح اس کی زبان ہے اس زبان میں اس کو بتاؤ تا کہ وہ صحیح تلفظ سے قرآن کریم پڑھ سکے اور اس سے حرف نکلواؤ، خدا تمہیں اس کا اجر دے گا۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد3 صفحہ 152 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعے کے دن خطبہ دے رہے تھے اور سورۂ براءت تلاوت فرمائی۔ یہ سورہ حضرت ابو درداءؓ اور ابو ذرؓ کو معلوم نہ تھی۔ اثنائے خطبہ میں حضرت اُبیؓ سے اشارہ سے پوچھا کہ یہ سورۃ کب نازل ہوئی ہے؟ مَیں نے تو اب تک نہیں سنی تھی۔ حضرت اُبیؓ نے اشارے سے کہا خاموش رہو۔ نماز کے بعد جب اپنے گھر جانے کے لیے اٹھے تو دونوں بزرگوں نے حضرت اُبیؓ سے کہا کہ تم نے ہمارے سوال کا جواب کیوں نہیں دیا تھا؟ جواب میں اُبیؓ نے کہا آج تمہاری نماز بیکار ہوگئی ہے اور وہ بھی محض ایک لغو حرکت کی وجہ سے۔ یہ سن کر وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور بیان کیا کہ اُبیؓ ایسا کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''سچ کہتے ہیں''۔ یعنی خطبے میں تمہیں بولنا نہیں چاہیے تھا۔

(سیر الصحابہ جلد3 صفحہ 157 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

حضرت اُبیؓ بِن کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو مُنذِر! کیا تمہیں پتہ ہے کہ اللہ کی کتاب میں جو تمہارے پاس ہے سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟ حضرت اُبیؓ کہتے ہیں مَیں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے دوبارہ پوچھا اور فرمایا اے ابومنذر! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کی کتاب میں جو تمہارے پاس ہے سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟ وہ کہتے ہیں جب دوبارہ پوچھا تو اس پر پھر میں نے عرض کیا کہ اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ۔ وہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا بخدا اے ابومنذر! علم تمہیں مبارک ہو۔

(صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا باب فضل سورۃ الکھف و آیۃ الکرسی، مترجم نور فاؤنڈیشن جلد 3 صفحہ 300)

آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اس بات کو، جواب کو پسند کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مقدس میں حضرت اُبیؓ نے حضرت طفیل بن عمرو دَوْسِی کو قرآن پڑھایا تھا۔ انہوں نے ایک کمان ہدیۃً پیش کی۔ حضرت اُبیؓ اس کو لگا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کہاں سے لائے ہو؟ حضرت اُبیؓ نے کہا کہ ایک شاگرد کا ہدیہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو واپس کر دو۔ آئندہ ایسے ہدیے سے پرہیز کرنا۔ اسی طرح ایک شاگرد نے کپڑا ہدیہ میں پیش کیا اس میں بھی یہی صورت پیش آئی۔ اس لیے بعد میں ان باتوں سے بکلّی اجتناب کر لیا یعنی قرآن پڑھانے کے عوض میں کوئی ہدیہ نہیں لینا۔ ملک شام کے لوگ جب آپؓ سے قرآن مجید پڑھتے اور مدینہ کے کاتبوں سے لکھواتے بھی تھے اور کتابت کا معاوضہ اس طرح ادا ہوتا تھا کہ شامی اپنے ساتھ کاتبوں کو کھانے میں شریک کر لیا کرتے تھے۔ معاوضہ یہ ہوتا تھا کہ اپنے ساتھ کھانا کھلا دیا لیکن حضرت اُبیؓ ایک وقت بھی ان کی دعوت منظور نہ کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ایک دن ان سے دریافت کیا کہ ملک شام کا کھانا کیسا ہوتا ہے؟ حضرت اُبیؓ نے کہا مَیں ان کے ہاں کھانا نہیں کھاتا مَیں تو اپنا ہی کھاتا ہوں۔

(سیر الصحابہ جلد3 صفحہ، 151، 152، مکتبہ دارالاشاعت، اردو بازار کراچی)

حضرت اُبیؓ غزوۂ بدر، احد، خندق اور دیگر تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔

(طبقات الکبری لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۳۷۸ مکتبہ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۷)

غزوۂ احد میں ایک تیر آپؓ کی رگ پر لگا، ایسی مین (main) رگ جس کو medium vein کہتے ہیں جو سر، سینے، پشت اور ہاتھ پاؤں وغیرہ تک خون پہنچاتی ہے۔ اس پہ لگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طبیب بھیجا، علاج کرنے والے کو بھیجا جس نے رگ کاٹ دی۔ پھر اس رگ کو اپنے ہاتھ سے داغ دیا۔

(سیر الصحابہ جلد3 صفحہ141، 142 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

(اردو لغت جلد 22 صفحہ 29 اردو لغت بورڈ کراچی)(کحل Lexicon under word)

غزوۂ احد کا ایک واقعہ جو پہلے بھی بیان ہو چکا ہے، مختصر بیان یہاں بھی کر دیتا ہوں۔ جنگ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعبؓ کو فرمایا کہ جاؤ اور زخمیوں کو دیکھو۔ وہ دیکھتے ہوئے حضرت سعد بن ربیعؓ کے پاس پہنچے جو سخت زخمی تھے اور آخری سانس لے رہے تھے۔ انہوں نے ان سے کہا کہ اپنے متعلقین اور اعزاء کو اگر کوئی پیغام دینا ہو تو مجھے دے دیں۔ حضرت سعدؓ نے مسکراتے ہوئے کہا کہ مَیں منتظر ہی تھا کہ کوئی مسلمان ادھر آئے تو پیغام دوں۔ پھر کہنے لگے کہ میرے ہاتھ میں ہاتھ دو اور وعدہ کرو کہ میرا پیغام ضرور پہنچا دو گے۔ اور پیغام کیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ میرے بھائی! مسلمانوں کو میرا اسلام پہنچا دینا اور میری قوم اور میرے رشتہ داروں سے کہنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس خدا تعالیٰ کی ایک بہترین امانت ہیں اور ہم اپنی جانوں سے اس امانت کی حفاظت کرتے رہے ہیں۔ اب ہم جاتے ہیں اور اس

امانت کی حفاظت تمہارے سپرد کرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم اس کی حفاظت میں کمزوری دکھاؤ۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد7 صفحہ 338)

9ر ہجری میں جب زکوٰۃ فرض ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحصیلِ صدقات کے لیے عرب کے صوبہ جات میں عُمال روانہ فرمائے تو حضرت اُبَیؓ قبیلہ بنو بَلِی بنو عذَر اور بنوسعد میں صدقہ کے عامل مقرر ہو کر گئے۔ ایک دفعہ حضرت اُبَیؓ ایک گاؤں میں گئے تو ایک شخص نے تمام جانور لا کر سامنے کھڑے کر دیے کہ ان میں سے زکوٰۃ کے طور پر جس کو چاہیں انتخاب کر لیں۔ حضرت اُبَیؓ نے اونٹوں میں سے دو برس کا ایک بچہ چُنا۔ صدقہ دینے والے نے کہا کہ اس کے لینے سے کیا فائدہ؟ نہ تو یہ دودھ دے سکتا ہے نہ سواری کے قابل ہے۔ اگر آپؓ لینا چاہتے ہیں تو یہ اونٹنی حاضر ہے۔ موٹی تازی بھی ہے اور جوان بھی ہے۔ حضرت اُبَیؓ نے کہا کہ یہ کبھی نہیں ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے خلاف مَیں نہیں کر سکتا۔ اس سے یہ بہتر ہے کہ تم میرے ساتھ چلو۔ مدینہ یہاں سے کچھ دُور نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتے ہیں آپؐ جو ارشاد فرمائیں گے اس کی تعمیل کرنا۔ وہ اس پہ راضی ہو گیا اور حضرت اُبَیؓ کے ساتھ اونٹنی لے کر مدینے آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمام قصہ دہرایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہاری مرضی یہی ہے تم بڑی اونٹنی دینا چاہتے ہو تو تم اونٹنی دے دو قبول کر لی جائے گی اور خدا تم کو اس کا اجر دے گا۔ وہ اونٹنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر کے واپس چلا گیا۔

حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں قرآن مجید کی ترتیب اور تدوین کا کام شروع ہوا۔ صحابہ کی جو جماعت اس خدمت پر مامور کی گئی حضرت اُبَیؓ اس کے نگران تھے۔ وہ قرآن کے الفاظ بولتے تھے اور لوگ ان کو لکھتے جاتے تھے۔ یہ جماعت چونکہ اربابِ علم پر مشتمل تھی اس لیے کسی کسی آیت پر مذاکرہ اور مباحثہ بھی ہوتا رہتا تھا۔ چنانچہ جب سورۂ توبہ کی آیت کہ ثُمَّ انۡصَرَفُوۡا صَرَفَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ بِاَنَّہُمۡ قَوۡمٌ لَّا یَفۡقَہُوۡنَ لکھی گئی تو لوگوں نے کہا کہ یہ سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی۔ حضرت اُبَیؓ نے کہا نہیں۔ اس کے بعد دو آیتیں مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی تھیں۔ یہ آخری نہیں بلکہ یہ آخری دو آیتوں سے پہلے ہے۔

(سیر الصحابہ جلد3 صفحہ 142 مکتبہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

حضرت عمرؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں سینکڑوں مفید باتوں کا اضافہ فرمایا جس میں ایک مجلس شوریٰ کا قیام بھی تھا۔ اسلام میں مجلس شوریٰ کا قیام حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہوا۔ یہ مجلس انصار اور مہاجرین کے مقتدر اصحاب پر مشتمل تھی جن میں قبیلہ خزرج کی طرف سے حضرت ابی بن کعبؓ بھی ممبر تھے۔

(سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 142،143 مکتبہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

ایک شخص جن کا نام جابر یا جُوَیبر تھا بیان کرتے ہیں کہ مَیں حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں اپنے کسی کام کے لیے آپؓ کے پاس حاضر ہوا۔ حضرت عمرؓ کے پہلو میں ایک شخص کھڑا تھا جس کے بال اور کپڑے سفید تھے۔ اس نے کہا یقیناً اس دنیا میں ہمارے لیے مقصود تک پہنچنے کے ذرائع اور آخرت کے لیے زادِ راہ موجود ہے اور اسی میں ہمارے وہ اعمال ہیں جن کا بدلہ ہمیں آخرت میں ملے گا۔ جابر کہتے ہیں کہ مَیں نے پوچھا اے امیر المومنین! یہ کون ہیں؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ یہ مسلمانوں کے سردار ابی بن کعبؓ ہیں۔

(طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۳ صفحہ۳۷۸، ۳۷۹ مکتبہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۷)

عبد الرحمٰن بن عبد قاری سے روایت ہے کہ مَیں رمضان کی ایک رات حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ مسجد کی طرف نکلا تو کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ الگ الگ گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ کوئی شخص اپنے طور پر اکیلے نماز پڑھ رہا ہے اور کوئی شخص ایسے طور پر نماز پڑھ رہا ہے کہ اس کی اقتدا میں چند ایک لوگ نماز پڑھ رہے ہیں تو حضرت عمرؓ نے کہا مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر ان کو ایک ہی قاری کی اقتدا میں اکٹھا کر دوں تو یہ بہتر ہو گا۔ پھر انہوں نے پختہ ارادہ کر لیا اور حضرت ابی بن کعبؓ کی اقتدا میں انہیں اکٹھا کیا۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ التراویح باب فضل من قام رمضان حدیث نمبر 2010 مترجم جلد 3 صفحہ 680، 681 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ) یعنی اس وقت وہ رات کو نوافل پڑھ رہے ہوں گے۔

حضرت اُبَیؓ ان بزرگوں میں سے ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کا بہت بڑا حصہ سنا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے صحابہ درسِ حدیث میں آپؓ کی شاگردی اختیار کر چکے تھے۔ چنانچہ ان کے حلقہ تابعین سے زیادہ صحابہ کا مجمع ہوتا تھا۔ صحابہ بھی آپؓ سے حدیثیں سنا کرتے تھے۔ حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت ابو ایوب انصاریؓ، حضرت عبادہ بن صامتؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت سہل بن سعدؓ، حضرت سلیمان بن صَردؓ یہ سب بھی حضرت اُبَیؓ سے علمِ حدیث میں استفادہ کرتے تھے۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 153 مکتبہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

حضرت قیس بن عُبادہؓ مدینے میں صحابہ سے ملنے آئے۔ ان کا بیان ہے کہ مَیں نے حضرت ابی بن کعبؓ سے بڑھ کر کسی کو نہ پایا۔ نماز کا وقت تھا۔ لوگ جمع تھے اور حضرت عمرؓ بھی تشریف رکھتے تھے۔ کسی چیز کی تعلیم دینے کی ضرورت تھی۔ نماز ختم ہوئی تو حضرت اُبَیؓ اٹھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لوگوں تک پہنچائی۔ ذوق و شوق کا یہ عالَم تھا کہ تمام لوگ ہمہ تن گوش تھے۔ قیس پر حضرت اُبَیؓ کی اس شان عظمت کا بڑا اثر ہوا۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ، 154، مکتبہ دار الاشاعت، اردو بازار کراچی)

حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت آئی۔ اس نے کہا کہ میرا شوہر مر گیا ہے۔ مَیں حاملہ ہوں۔ قرآن کریم کی رو سے استنباط اور فقہی مسائل بھی یہ حل کیا کرتے تھے تو بہرحال حاملہ عورت آئی۔ اس نے کہا کہ میرا خاوند مر گیا ہے۔ اب حمل وضع ہوا ہے۔ جب فوت ہوا حاملہ تھی اب وضع حمل ہو گیا ہے لیکن عدت کے ایام ابھی پورے نہیں ہوئے جو خاوند کے فوت شدہ ہونے کے لیے چار مہینے دس دن کی عدت ہے وہ پوری نہیں ہوئی لیکن میں حمل میں تھی اور اس سے پہلے میرا وہ حمل ہو گیا ہے۔ اس صورت میں آپؓ کیا فرماتے ہیں؟ کیا مَیں عدت ابھی پوری کروں یا یہ کافی ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ معین میعاد تک رکی رہو۔ یعنی ایک بیوہ عورت کے لیے عدت کی جو معین میعاد ہے اس کو پورا کرو۔ وہ حضرت عمرؓ کے پاس سے حضرت اُبَیؓ کے پاس آئی اور ان سے مسئلہ پوچھا۔ حضرت عمرؓ سے فتویٰ پوچھنے کا حال بیان کیا اور جو حضرت عمرؓ کا جواب تھا وہ حضرت اُبَیؓ کو بتایا۔ حضرت اُبَیؓ نے کہا کہ جاؤ اور حضرت عمرؓ سے کہنا کہ اُبَی کہتا ہے کہ عورت حلال ہو گئی یعنی اب عدت کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہ میرے بارے میں پوچھیں تو مَیں یہیں بیٹھا ہوا ہوں آ کر بلا لینا۔ وہ عورت حضرت عمرؓ کے پاس گئی۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ حضرت اُبَیؓ کو بلا کے لاؤ۔ حضرت اُبَیؓ آئے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا آپؓ نے یہ کہاں سے کہا ہے؟ اُبَیؓ نے جواب دیا قرآن سے اور یہ آیت پڑھی۔ وَاُولَاتُ الۡاَحۡمَالِ اَجَلُہُنَّ اَنۡ یَّضَعۡنَ حَمۡلَہُنَّ۔ اور جہاں تک حمل والیوں کا تعلق ہے ان کی عدت وضع حمل ہے۔ اس کے بعد کہا جو حاملہ بیوہ ہو گئی ہو وہ بھی اس میں داخل ہے اور مَیں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق حدیث سنی ہے۔ حضرت عمرؓ نے عورت سے کہا کہ جو یہ کہہ رہے ہیں اس کو سنو یعنی یہ ٹھیک ہے۔ جس طرح حضرت اُبَیؓ کہتے ہیں اس پر عمل کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ کا گھر مسجد نبویؐ سے متصل تھا۔ حضرت عمرؓ نے مسجد کو وسیع کرنا چاہا تو حضرت عباسؓ سے کہا کہ اپنا مکان فروخت کر دیں مَیں اس کو مسجد میں شامل کروں گا۔ حضرت عباسؓ نے کہا یہ نہیں ہو گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا تو ہبہ کر دو۔ عباسؓ نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ وہ اپنی مرضی کے بڑے مالک تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا آپؓ خود مسجد کو وسیع کر دیں۔ چلیں اپنی طرف سے یہ کر دیں۔ آپ کی طرف سے بڑا اچھا gesture ہو جائے گا۔ اور امّت کے لیے مسجد وسیع ہو گی اپنا مکان اس میں داخل کر دیں۔ اس پہ بھی حضرت عباسؓ نے کہا یہ بھی نہیں ہو گا۔ اس پہ بھی وہ راضی نہیں ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا ان تین باتوں میں سے کوئی ایک بات آپؓ کو ماننی ہو گی۔ حضرت عباسؓ نے کہا مَیں ایک بھی نہیں مانوں گا۔ آخر دونوں نے حضرت اُبَی بن کعبؓ کو اپنا حَکَم بنا لیا۔ حَکَم تک بات پہنچی۔ حضرت اُبَیؓ نے حضرت عمرؓ کو کہا: بلا رضامندی آپؓ کو ان کی چیز لینے کا کیا حق ہے۔ حضرت اُبَیؓ نے کہا کہ نہیں۔ آپؓ نہیں لے سکتے۔ حضرت عمرؓ نے اُبَیؓ سے پوچھا اس کے متعلق قرآن مجید کی رو سے حکم نکالا ہے یا حدیث سے۔ حضرت اُبَیؓ نے کہا کہ حدیث سے اور وہ یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے جب بیت المقدس کی عمارت بنوائی تو اس کی ایک دیوار جو کسی دوسرے کی زمین پر بنوائی تھی گر پڑی۔ حضرت سلیمان کے پاس وحی آئی کہ اس سے اجازت لے کر بنائیں۔ بات سنی تو حضرت عمرؓ اس پہ خاموش ہو گئے لیکن بہرحال حضرت عباسؓ کا اخلاص و وفا تو تھا۔ بہرحال خلافت کے لیے عہدِ بیعت بھی تھا تو وہ خیال بھی اپنی طبیعت پر غالب آ گیا اور ایک دفعہ انکار تو کر چکے تھے لیکن بہرحال اب نیکی اور تقویٰ تو تھا ہی ناں اور دین کی غیرت بھی تھی اور خلافت کا احترام بھی تھا۔ بہرحال پھر ظاہر ہو گیا۔ جب حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے تو پھر انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اچھا مَیں اس کو، اپنے

مکان کومسجد میں شامل کرتا ہوں۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 155 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ ارادہ کیا کہ حج تَمَتُّع سے لوگوں کو روک دیں۔ تین قسم کے حج ہوتے ہیں۔ بعض نوجوانوں کو بھی شاید نہیں پتہ ہو۔ حج تَمَتُّع وہ ہوتا ہے کہ عمرہ کا احرام باندھ کے مکے پہنچتے ہیں اور پہلے عمرہ کرتے ہیں پھر احرام کھول دیتے ہیں پھر آٹھویں ذوالحجہ کو نیا احرام باندھتے ہیں پھر حج کرتے ہیں یہ حج تمتع ہے۔ اور عام جو حج ہے وہ حج مفرد ہے جو عموماً ہوتا ہے اور قِرَان جو ہے وہ یہی ہے کہ عمرہ اور حج ایک ہی احرام میں ہو جاتا ہے۔ بہر حال حضرت عمرؓ نے حج تمتع سے روکا۔ حضرت اُبیؓ نے کہا کہ اس کو روکنے کا آپؓ کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ کو روک دیا کہ یہ نہیں ہوسکتا۔ یہ غلط ہے۔ بہر حال پھر حضرت عمرؓ نے نہیں کیا۔ پھر ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ارادہ کیا کہ حِیرہ کوفہ سے تین میل کے فاصلہ پر نجف کے علاقے میں ایک شہر ہے وہاں کے حُلّے پہننے سے منع کریں۔ حضرت عمرؓ نے ارادہ کیا کیونکہ اس رنگ میں پیشاب کی آمیزش ہوتی ہے یا ہوسکتا ہے وہ رنگ کاٹنے کے لیے کسی جانور کا پیشاب شامل کیا جاتا ہو تو بہر حال حضرت اُبیؓ نے کہا اس کے بھی آپؓ مجاز نہیں ہیں۔ کہتے ہیں کیونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رنگ کے کپڑے کو پہنا ہے اور وہاں کے حلے کو پہنا ہے اور ہم لوگوں نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پہنا ہے اور کبھی اعتراض نہیں ہوا اس لیے اس پر حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ آپؓ ٹھیک کہتے ہیں۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 156 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی) (معجم البلدان جلد 2 صفحہ 328) (ماخوذ از فقہ احمدیہ جلد اوّل صفحہ 335-336)

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں حضرت عمرؓ اور حضرت اُبَیؓ میں ایک باغ کی بابت اختلاف ہو گیا۔ حضرت اُبَیؓ رونے لگے اور کہا کہ آپؓ کے عہد میں یہ باتیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا میری نیت یہ نہیں تھی۔ آپؓ کا جس مسلمان سے جی چاہے فیصلہ کروالیں۔ میرے اور آپ کے درمیان اختلاف تو ہے مَیں حکم نہیں دے رہا۔ فیصلہ کروالیں کیونکہ مَیں سمجھتا ہوں کہ میری رائے ٹھیک ہے تو اُبَیؓ نے زید بن ثابت کا نام لیا کہ ان سے فیصلہ کراتے ہیں۔ حضرت عمرؓ راضی ہو گئے اور حضرت زیدؓ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا۔ گو حضرت عمرؓ خلیفۂ اسلام تھے تاہم ایک فریق کی حیثیت سے حضرت زید بن ثابتؓ کے اجلاس میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ کو اُبیؓ کے دعویٰ سے انکار تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ آپؓ بھولتے ہیں۔ سوچ کے یاد کریں۔ حضرت اُبیؓ کچھ دیر سوچتے رہے پھر کہا مجھے کچھ یاد نہیں آتا تو خود حضرت عمرؓ نے واقعہ کی صورت بیان کی اور ساری تفصیل بیان کی کہ اس طرح اس طرح ہوا تھا۔ حضرت زیدؓ نے حضرت اُبَیؓ سے پوچھا کہ آپ جو اپنا مطالبہ کر رہے ہیں اس کے لیے آپ کے پاس ثبوت کیا ہے؟ انہوں نے کہا کچھ نہیں۔ بولے ثبوت کوئی نہیں ہے۔ انہوں نے صرف یہ کہا کہ ثبوت تو کوئی نہیں۔ اس وقت آپؓ امیر المومنین سے قسم نہ لیجیے۔ کچھ نہیں ثبوت تو کوئی نہیں ہے لیکن بولے آپ امیر المومنین سے 'قسم نہ لیجیے'۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر مجھ پر قسم ضروری ہے تو مجھے اس میں بھی کوئی تامل نہیں ہے لینی ہے یا نہیں لینی۔ تو بہر حال اس کے بعد وہ فیصلہ ہو گیا جو بھی تھا۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 145، 146 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

حضرت عثمان بن عفانؓ نے قرآن جمع کرنے میں قریش اور انصار کے بارہ آدمیوں کو منتخب کیا جن میں حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ بھی شامل تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۳۸۱ مکتبہ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۷)

حضرت عثمانؓ کے زمانے میں قرآن مجید میں لب و لہجے کا اختلاف تمام ملک میں عام ہو چکا تھا۔ اس بنا پر آپؓ نے اس اختلاف کو مٹانا چاہا اور خود اصحابِ قراءت کو طلب فرما کر ہر شخص سے جدا جدا قراءت سنی۔ حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت مُعاذ بن جبلؓ سب کے لہجے میں اختلاف نظر آیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ مَیں تمام مسلمانوں کو ایک تلفظ کے قرآن پر جمع کرنا چاہتا ہوں۔ قریش اور انصار میں بارہ اشخاص تھے جن کو قرآن پر پورا عبور تھا۔ حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں کو یہ اہم کام تفویض فرمایا اور حضرت ابی بن کعبؓ کو اس مجلس کا رئیس مقرر کیا۔ آپ یعنی حضرت اُبیؓ قرآن کے الفاظ بولتے جاتے اور حضرت زیدؓ لکھتے جاتے تھے۔ آج قرآن مجید کے جس قدر نسخے موجود ہیں وہ حضرت اُبَی بن کعبؓ کی قراءت کے مطابق ہیں۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 143 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

عُتَیّ بن ضَمْرَہ کہتے ہیں کہ مَیں نے ابی بن کعبؓ سے کہا کہ آپ لوگوں کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم دور دراز سے آپ کے پاس آتے ہیں تا کہ آپ ہمیں کچھ کوئی خبریں اور واقعات سنائیں۔ کوئی باتیں بتائیں اور ہمیں کچھ سکھائیں مگر جب ہم آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ لوگ ہماری بات کو معمولی گردانتے ہیں گویا کہ ہماری آپ کے نزدیک کوئی وقعت ہی نہیں ہے، کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس پر ابی بن کعبؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! اگر مَیں اگلے جمعے تک زندہ رہا تو اس دن ایک ایسی بات بتاؤں گا کہ پھر مجھے پروا نہیں کہ خواہ تم مجھے اس کی وجہ سے زندہ رہنے دو یا قتل کر دو۔ جب جمعہ آیا تو کہتے ہیں کہ مَیں مدینے گیا اور کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ گلیوں میں موج در موج چل رہے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ ایک شخص نے کہا کہ کیا تم اس شہر سے نہیں ہو؟ مَیں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کہ آج مسلمانوں کے سردار اُبی بن کعبؓ فوت ہو گئے ہیں۔ اس پر یہ کہنے لگا کہ مَیں نے پھر کہا کہ واللہ! مَیں نے کبھی ایسا دن نہیں دیکھا جس میں اس طرح کسی شخص کی ستاری ہوئی ہو۔

(طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۳۸۰ مکتبہ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۷)

جیسے اس شخص یعنی ابی بن کعبؓ کی ستّاری ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ مَیں ایسی بات بتاؤں گا کہ پتہ نہیں تم میرے ساتھ کیا کرو اس سے لگتا تو شاید یہی ہے، راوی کی یہی مراد لگتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اُبیؓ کو اس بات کے اظہار سے بچا لیا جس کو وہ دلی خوشی سے بیان نہیں کرنا چاہتے تھے۔ باقی اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس فقرے سے کیا مراد ہے۔ بہر حال اس نے ان کی وفات کا سن کر یہ فقرہ بولا کہ مَیں نے کبھی ایسا دن نہیں دیکھا جس میں اس طرح کسی شخص کی ستّاری ہوئی ہو جیسے اس شخص یعنی ابی بن کعبؓ کی ستاری ہوئی ہے۔

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ مَیں آٹھ راتوں میں قرآن کریم کا دَور مکمل کر لیتا ہوں۔

(طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۳۷۹ مکتبہ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۷)

حضرت اُبیؓ کی محبتِ رسول کا یہ عالَم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبویؐ کے ستونوں میں سے کھجور کے ایک تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ پھر جب آپؐ کے لیے منبر بنایا گیا اور آپ جمعے کے دن اس پر بیٹھ کر خطبہ دینے لگے تو اس ستون میں سے چِلّانے کی آواز آئی جسے تمام اہل مسجد نے سنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ستون کے پاس آئے اور اس پر اپنا ہاتھ رکھا۔ پھر اسے اپنے سینے سے لگایا تو وہ تنا اس معصوم بچہ کی طرح رونے لگا جسے چپ کرایا جاتا ہے یہاں تک کہ اسے قرار آ گیا اور آواز آنا بند ہو گئی۔ پھر جب مسجد گرائی گئی اور اس میں تبدیلی کر دی گئی تو حضرت ابی بن کعبؓ نے وہ تنا لے لیا۔ وہ ان کے پاس تھا صرف اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے تو وہ تنا لے لیا۔ اس کو اپنے گھر لے گئے یہاں تک کہ بوسیدہ ہو گیا۔ دیمک نے اس کو کھا لیا۔ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ لیکن انہوں نے اس کو اس محبت کی وجہ سے اپنے پاس رکھا۔ یہ مسند احمد بن حنبل کی روایت ہے اور کچھ حصہ اس میں صحیح بخاری کا بھی ہے۔

(مسند احمد بن حنبل مسند المکثرین من الصحابة، مسند جابر بن عبد اللہ، حدیث نمبر ۱۴۰۷۵)

(صحیح بخاری کتاب البیوع باب النجار حدیث نمبر ۲۰۹۵)

(سنن ابن ماجہ کتاب اقامة الصلوٰة و السنة فیها باب ما جاء فی بدء شأن المنبر حدیث ۱۴۱۴)

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 158 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں چھ قاضی تھے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت اُبی بن کعبؓ۔

(اسد الغابہ جلد ۱ صفحہ ۱۷۰ مکتبہ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۶)

سَمُرَہ بن جُنْدُب ؓ بڑے رتبے کے صحابی تھے۔ وہ نماز میں تکبیر کہنے اور سورت پڑھنے کے بعد ذرا توقف کیا کرتے تھے۔ اللہ اکبر کہہ کے کچھ دیر خاموش رہتے تھے پھر سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ لوگوں نے ان پر اعتراض کیا۔ انہوں نے حضرت اُبیؓ کی خدمت میں لکھ کر بھیجا کہ اس کے متعلق تحریر فرمائیے کہ حقیقت کیا ہے۔ حضرت اُبیؓ نے نہایت مختصر جواب تحریر کیا اور لکھا کہ آپ کا طریق عمل شریعت کے مطابق ہے۔ یہ جو وقفہ آپ دیتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ شریعت کے مطابق ہے اور جو معترضین ہیں، اعتراض کرنے والے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ، 154، مکتبہ دارالاشاعت، اردو بازار کراچی)

حضرت سُوَیْد بن غَفَلَہ، زید بن صوحَان اور سُلَیْمَان بن رَبِیْعَہ کے ہمراہ کسی غزوہ میں گئے تھے۔ مقام عُذَیب میں کوڑا پڑا ہوا تھا۔ عُذیب بنو تمیم کی ایک وادی ہے اور قادسیہ اور مُغِیثَہ کے درمیان پانی

کی ایک جگہ ہے جو قادسیہ سے چار میل کے فاصلے پر ہے۔ بہرحال سُوَید نے اسے اٹھالیا۔ کوڑا پڑا تھا۔ ان لوگوں نے کہا کہ اسے پھینک دو، شاید کسی مسلمان کا ہو۔ انہوں نے کہا مَیں ہرگز نہیں پھینکوں گا۔ پڑا رہے گا تو بھیڑیئے اس کو کھالیں گے۔ ان کی غذا بن جائے گا۔ اس سے بہتر ہے کہ مَیں اسے کام میں لاؤں۔ اس سے کچھ دنوں بعد سُوَید حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ راستے میں مدینہ پڑتا تھا۔ حضرت اُبیؓ کے پاس گئے اور کوڑے والا واقعہ بیان کیا۔ حضرت اُبیؓ نے کہا کہ اس قسم کا واقعہ مجھ کو بھی پیش آچکا ہے۔ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سو دینار پائے تھے۔ اب چاہے وہ کَوڑا ہے یا سو دینار ہیں ہر ایک کی اپنے اپنے لحاظ سے ایک ویلیو (value) ہے وہ امانت ہی ہے۔ اب آگے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سنیں۔ حضرت اُبیؓ کہنے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ سال بھر تک لوگوں کو خبر کرتے رہو۔ بتاتے رہو۔ اعلان کر دو۔ سال گزرنے کے بعد فرمایا روپے کی تعداد کا نشان وغیرہ یاد رکھنا اور ایک سال اَور انتظار کرنا۔ اگر کوئی نشان کے موافق طلب کرے تو اس کے حوالے کرنا ورنہ وہ تمہارا ہو چکا۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 156 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی) (فرہنگ سیرت صفحہ 197)

یعنی پورے دو سال۔ کوئی بھی چیز ملے تو ایک سال اعلان کرو، ایک سال تک اس کی نشانیاں یاد رکھو اور اگر کوئی مطالبہ کرے تو دے دو۔

ایک شخص مسجد میں کسی گمشدہ چیز پر شور کر رہا تھا، اعلان کر رہا تھا میری فلاں چیز گم گئی ہے۔ حضرت اُبیؓ نے دیکھا تو غصے ہوئے۔ اس نے کہا کہ مَیں نے مسجد میں کوئی فحش بات تو نہیں کی۔ انہوں نے کہا یہ ٹھیک ہے مگر یہ بات بھی مسجد کے ادب کے خلاف ہے کہ یہاں کسی دنیاوی چیز کا اعلان کیا جائے۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 157 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

حضرت اُبیؓ کی وفات کے سال میں مختلف روایات ملتی ہیں۔ ایک روایت کے مطابق حضرت اُبیؓ کی وفات حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں بائیس ہجری میں ہوئی جبکہ ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں تیس ہجری میں ہوئی اور یہی زیادہ درست قول ہے کیونکہ حضرت عثمانؓ نے حضرت اُبیؓ کے ذمہ جمع قرآن کا کام سپرد کیا تھا۔

(طبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۳۸۱ مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۷) (الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۵، ۳۶ مکتبہ دارالفکر بیروت ۲۰۰۱)

حضرت اُبیؓ کی اولاد میں طفیل اور محمد تھے اور ان بچوں کی والدہ کا نام ام طفیل بنتِ طفیل تھا۔ وہ قبیلہ دوس سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت اُبیؓ کی ایک بیٹی کا نام اُمِّ عَمْرو بیان ہوا ہے۔

(طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۳۷۸ مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۷)

یہاں ان کے یہ واقعات ختم ہوئے۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

رپورٹ: ارشد محمود خاں۔ گلاسگو

ورچوئل تبلیغ پروگرام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت عادل و منصف

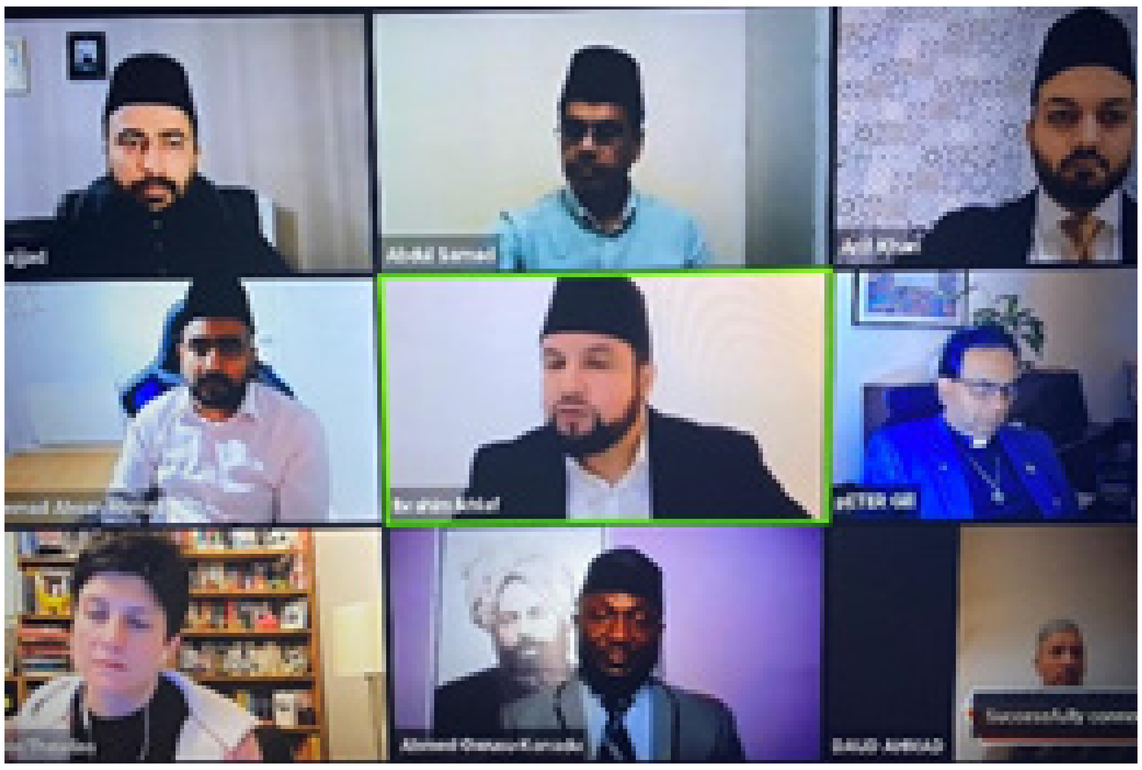

موجودہ عالمی سیاسی اور مذہبی صورتحال کافی نازک اور پیچیدہ ہے۔ وہ اقوام اور مذاہب جن کا کوئی امام و پیشوا نہیں اُن کی کیفیت قابل رحم ہے مگر ہمارے نبیؐ اُمیؐ ہمارے لئے عدل و انصاف کا وہ نمونہ چھوڑ گئے ہیں جس کو اقوام عالم کیلئے پیش کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا جماعت احمدیہ گلاسگو نے ایک آن لائن انگریزی پروگرام کا انعقاد کیا جس میں ثابت کیا گیا کہ ازل سے لیکر ابد تک جس نے عدل انصاف کر کے دکھایا وہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ مورخہ 25 اکتوبر 2020ء بروز اتوار شام ساڑھے چھ بجے اس پروگرام کو سوشل میڈیا (YouTube, Facebook, Twitter, Instagram) پر لائیو نشر کیا گیا جس کو دنیا کے مختلف ممالک سے 1200 سے زائد احباب نے دیکھا اور سنا۔

ایک ماہ قبل اس پروگرام کے انتظامات کیلئے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے ممبران کے ذمہ حاضری، تعلیمی اداروں اور فوج اور پولیس وغیرہ کی دعوت، تکنیکی معاملات، سوشل میڈیا، سیاستدانوں تک رسائی، مختلف مذہبی تنظیموں کو دعوت وغیرہ جیسے کام تھے۔ اس کمیٹی کی میٹنگز ہوئیں اور اس سارے پروگرام کو آن لائن منعقد کرنے کیلئے دعاؤں کے ساتھ معاملات طے پائے۔ الحمد للہ

پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جس کے بعد مکرم احمد اووزو کونیڈو صاحب سیکرٹری تبلیغ جماعت گلاسگو نے جماعت احمدیہ کا مختصر تعارف پیش کیا۔ مکرم مولانا رواح الدین عارف خان صاحب مربی سلسلہ گلاسگو نے انگریزی میں ایک جامع تقریر کی جس کا موضوع تھا ’’ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت عادل ومنصف‘‘۔ سامعین میں چونکہ غیر مسلم بھی شامل تھے جن کیلئے مسجد بیت الرحمٰن گلاسگو کا ایک ویڈیو تعارف اور اس کی مختصر تاریخ پیش کی گئی اور دکھایا گیا کہ ہماری جماعت کس طرح مقامی طور پر فلاحی کام کر رہی ہے اور اسکاٹش معاشرے کا ایک اہم حصّہ ہے۔ مکرم محمد ابراہیم اخلف صاحب نیشنل سیکرٹری تبلیغ برطانیہ نے اپنی تقریر میں تاریخ اسلام کے کچھ واقعات کا احاطہ کیا جن میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت عادل ومنصف انتہائی مشکل حالات میں اپنا کامل نمونہ کیسے پیش کیا۔

چرچ آف اسکاٹ لینڈ سے ریورنڈ پیٹر گل نے بھی خطاب کیا جن کا تعلق پاکستان سے ہے جو ہمارے اکثر پروگرامز میں شامل ہوتے رہتے ہیں۔ وہ مربی سلسلہ عارف خان صاحب کی تقریر سے بہت متاثر ہوئے جس میں ذکر تھا کہ کیسے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ عدل وانصاف کے معاہدے کئے اور اُن کی حفاظت میں جنگیں بھی لڑیں۔ اس کے بعد ایک مختصر خطاب برطانیہ کی ممبر پارلیمنٹ Rt. Hon Alison Thewliss MP کا تھا جنہوں نے آج کے پروگرام سے پیغمبرِ اسلام کی سیرت وسوانح کے عدل وانصاف کے پہلو کے متعلق غور سے سنا اور کہا کہ کاش تمام سیاسی جماعتیں اس نمونے کے ساتھ چلتے ہوئے عالمی انصاف کے قائم کرنے میں کردار ادا کرسکیں۔

اس کے بعد حاضرین کی طرف سے کافی سوالات آج کے موضوع کے حوالے سے بھجوائے گئے تھے جن کے جوابات مربی سلسلہ اور سیکرٹری صاحب تبلیغ برطانیہ نے پیش کئے۔ یہ دلچسپ سلسلہ ابھی جاری تھا کہ وقت کی کمی کی وجہ سے اس کو ختم کرنا پڑ گیا۔

آخر میں مکرم عبد الصمد خان صاحب صدر جماعت احمدیہ گلاسگو نے تمام مقررین، حاضرین اور پروگرام کے منتظمین کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے بہت محنت سے اس آن لائن پروگرام کو نشر کیا اور ساری جماعت نے گھر بیٹھے سنا۔ دُعا کے ساتھ یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

تقریباً دو گھنٹے کے اس پروگرام کو نہایت دلجمعی سے سُنا گیا اور اس پروگرام کو سوشل میڈیا پر بعد میں بھی نشر کیا جاتا رہا۔ بعض مقررین اور حاضرین نے بھی سوشل میڈیا پر اس پروگرام کے بارہ میں اظہار پسندیدگی کیا جس سے تبلیغ کے شاندار مواقع میسر آئے، الحمد للہ

☆...☆...☆

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

آج کی دعا

رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا بَعۡدَ اِذۡ هَدَیۡتَنَا وَ هَبۡ لَنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ رَحۡمَةً ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ

(سورۃ آلِ عمران:9)

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے بعد اس کے کہ تو ہمیں ہدایت دے چکا ہو۔ اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر۔ یقیناً تو ہی ہے جو بہت عطا کرنے والا ہے۔

یہ قرآن مجید کی ہدایت کے بعد گمراہی سے بچنے کی جامع دعا ہے۔

ہمارے پیارے امام سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے متعدد بار جماعت کو اس دعا کو کثرت سے پڑھنے کی تحریک فرمائی ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

’’تو جب ہر وقت انسان یہ دعا کرتے رہیں کہ اے اللہ! تو ہم پر رحمت کی نظر کر، اور ہم پر رحمت کی نظر ہمیشہ ہی رکھنا، کبھی شیطان کو ہم پر غالب نہ ہونے دینا، ہماری غلطیوں کو معاف کر دینا۔ اور ہم تجھ سے تیری بخشش کے بھی طالب ہیں، ہمارے گناہ بخش۔ اور ہمارے گناہ بخشنے کے بعد ہم پر ایسی نظر کر کہ ہم پھر کبھی شیطان کے چنگل میں نہ پھنسیں۔ اور جب اتنے فضل تُو ہم پر کر دے تو ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والا بنا، ان کو یاد رکھنے والا بنا اور سب سے بڑی نعمت جو تو نے ہمیں دی ہے وہ ایمان کی نعمت ہے، ہمیشہ ہمیں اس پر قائم رکھ، کبھی ہم اس سے دور جانے والے نہ ہوں۔ اور دعا پڑھتے رہیں۔ رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا بَعۡدَ اِذۡ هَدَیۡتَنَا وَهَبۡ لَنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ رَحۡمَةً۔ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ۔ اگر دعاؤں کی طرف توجہ نہیں ہو گی تو شیطان مختلف طریقوں سے، مختلف راستوں سے آ کر ورغلاتا رہے گا اور اس سے اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کے بغیر نہیں بچا جا سکتا۔‘‘

(خطبہ جمعہ 12؍ دسمبر 2003ء)

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

سانحہ ارتحال

مکرمہ سدرۃ المنتہیٰ کینیڈا سے اعلان بھجواتی ہیں کہ خاکسار کے تایا مکرم رانا خالد احمد صاحب ساکن خیر پور ضلع بہاولپور بقضائے الٰہی مورخہ 16 اکتوبر 2020ء کو 61 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم پنجوقتہ نماز کے پابند تھے، سلسلہ کے لئے غیرت رکھنے والے، شفیق اور حلیم مزاج اور شدید حالات اور تناؤ میں بھی دلجوئی کرنے اور مثبت ماحول کو فروغ دینے کی خاص صلاحیت رکھتے تھے۔ محنت کش کی زندگی گزاری اور انکی مہمان نوازی کا ہر ایک گواہ ہے۔ مربیان اور معلمین کی خاص طور پر مہمان نوازی کرتے اور ان کا اپنی اولاد کی طرح خیال رکھتے تھے۔ انکی یاد سے سب سے پہلے ایک مسکراتا ہوا چہرہ ہی ابھر کر ذہن میں آتا ہے۔ خلافت اور خلیفہ وقت سے خاص عشق رکھتے تھے اور ہر مشکل میں صرف خلیفہ وقت کو اپنی تمام مشکلات بتاتے اور دعا کی درخواست کرتے۔

مرحوم اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ مورخہ 17 اکتوبر 2020ء کو بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔ مرحوم نے پسماندگان میں ایک بیوہ، 3 بیٹیاں اور ایک بیٹا چھوڑا ہے۔ تین بچے غیر شادی شدہ ہیں۔ پیارے آقا اور تمام احباب کی خدمت میں دعا کی خاص درخواست ہے اللہ تعالیٰ انکے درجات بلند کرے، رحمت کا سلوک فرمائے اور مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لے اور لواحقین کا ہمیشہ متکفل ہو۔ آمین

09 نومبر 2020ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		05:10	17:40
مدینہ منورہ	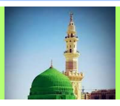	05:13	17:37
قادیان		05:28	17:33
ربوہ		05:08	17:12
اسلام آباد ٹلفورڈ	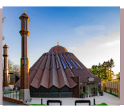	05:41	16:23

اعلانِ ولادت

مکرم انیق الرحمٰن مربی سلسلہ شیفیلڈ سے اعلان بھجواتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص فضل فرماتے ہوئے ہمیں ایک پیارے سے بیٹے سے نوازا ہے۔ الحمد للہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے از راہ شفقت ہمارے بچے کا نام راحیق الرحمٰن رکھا ہے نیز اسے وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل کرنے کی منظوری عطا فرمائی ہے۔

آپ سب سے درخواست ہے کہ ہمیں اپنی دُعاؤں میں یاد رکھیں۔

جزاکم اللہ۔